ہدایت القرآن (۴۰)
مولانا محمد تقی امینی

فی سبیل اللہ جنگ کا حکم

(سورۃ البقرۃ، آیات ۲۱۶ تا ۲۲۰)

اسلام صلح و امن کا مذہب ہے، جنگ و خونریزی کا مذہب نہیں ہے۔ لیکن جب لوگ اسلام پر عمل کرنے اور دین پر چلنے والوں کے رستہ میں رکاوٹیں پیدا کریں اور انہیں ایذائیں اور تکلیفیں پہونچائیں تو ایسی حالت میں وہ جنگ کا حکم دیتا ہے۔ جنگ سے یقیناً ناگواری ہوتی ہے، اس میں جان و مال کی قربانی دینی پڑتی ہے جس سے کھرے کھوٹے کی آزمائش ہوتی ہے۔ لیکن زندگی کے تجربات گواہ ہیں کہ انسان کی سمجھی ہوئی بہت سی ناگواریاں ایسی ہیں جن میں بہتری و بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کی سمجھی ہوئی بہت سی بہتریاں و بھلائیاں ہیں جن میں ناگواری پوشیدہ ہوتی ہے۔

انسان مستقبل اور نتیجہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ بس حال کو دیکھ کر فوراً فیصلہ کر لیتا ہے جس کی بنا پر اصلی صورت کو سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ جنگ ضروری ہے، اگر یہ نہ ہو تو دنیا سے امن و امان ختم ہو جائے اور کوئی کسی کو نہ اپنے عقیدہ و مذہب پر قائم رہنے دے اور نہ کوئی کسی کی جان بخشی کے لیے تیار ہو۔ اسلام میں "فی سبیل اللہ" جنگ کا حکم ہے۔ ذاتی وقار و اقتدار بڑھانے اور ملک گیری کے لیے نہیں ہے، جس کی بنا پر جنگ آزاد نہیں ہے بلکہ اخلاق و قانون کی پابند ہے۔ چنانچہ قرآن سب سے پہلی کتاب ہے جس نے جنگ کے قوانین مرتب کیے اور اس کو اخلاق کا پابند بنایا[1] جس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ اسلام میں جنگ کا مقصد فتنہ و فساد ختم کرانا، لوگوں کو عقیدہ و مذہب کی آزادی دلانا اور صلح و امن کے مذہب کو دوسروں تک پہونچانا ہے۔ اسی بنا پر اسلامی جنگ کا نام "جہاد" ہے، جو دنیاوی جنگ سے مختلف ہے اور فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں) کی قید ہمیشہ اس کے ساتھ ہے، جو دوسری جنگوں سے اس کو جدا کرتی ہے۔ جہاد کا مطلب

---

[1] THE LAWS OF WAR BETWEEN BELLIGERENTS
By Perry Board

© rasailojaraid.com

اگرچہ زیادہ کشادہ ہے جو اللہ کی راہ میں اللہ کے لیے زبان و قلم، دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں سے ہر قسم کی جدّوجہد اور کوشش کو شامل ہے، لیکن اس کا آخری درجہ قتل و قتال ہے اسی کا یہاں ذکر ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۱۶﴾

تمہارے اوپر جنگ (جہاد) فرض کی گئی ہے، حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے۔ بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بُری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے ہو۔!

حرمت والے مہینہ میں جنگ کی اجازت

جنگ (جہاد) کے حکم کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ جو احترام والے مہینے (محرم، رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ) قدیم زمانہ سے چلے آرہے ہیں اور جن میں جنگ نہیں کی جاتی ہے ان میں کیا حکم ہوگا؟ جواب دیا گیا کہ احترام اپنی جگہ ہے، لیکن ظلم و فساد سے روکنا اپنی جگہ ہے ظلم و فساد کے مقابلہ میں ہزاروں احترامات کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ فتنہ و فساد سے اللہ کے بندوں کو محفوظ کرنا مہینوں کے احترام سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اگر جنگ کی نوبت ان مہینوں میں آجائے تو ضرور جنگ کی جائے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿﴾

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ

d.com

يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

لوگ آپ سے احترام والے مہینہ میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ جنگ اس میں بڑی برائی ہے۔ اور (لیکن) اللہ کے راستہ سے روکنا، اس کا انکار کرنا، مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑی بُرائی ہے — اور فتنہ انگیزی تو جنگ و خونریزی سے کہیں بڑھ کر بُرائی ہے[1]۔ اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں[2]۔ اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے، پھر کفر ہی کی حالت میں مر جائے، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے عمل دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی دوزخی ہیں[3] جو اس میں ہمیشہ رہیں گے — جو لوگ ایمان لائے، جنہوں نے اللہ کی خاطر گھر بار چھوڑا (ہجرت کی)، جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ (بجا طور پر) اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

---

[1] ہر چیز کا ایک درجہ اور مرتبہ ہے۔ اسی درجہ اور مرتبہ پر اس کو رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح پہلے کس کو کرنا ہے اور بعد میں کس کو کرنا ہے اس کا لحاظ بھی بے حد ضروری ہے۔ ان دونوں باتوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے سوسائٹی میں کتنی ہی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور اسلام کی کتنی تعلیمات اپنی جگہ نہیں رہتی ہیں! آیت میں انہی دونوں باتوں پر زیادہ زور ہے۔

[2] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں جنگ کی اجازت کس وقت دی گئی ہے۔ اُس وقت جب دین پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہ رہ گئی تھی۔

[3] دنیا میں اعمال ضائع ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مسلم سوسائٹی کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے جو حقوق حاصل تھے وہ ختم ہو جائیں گے اور خاندان کے مال میں جو حصہ داری تھی وہ نہ قائم رہے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ ایمان کے زمانہ میں جو عمل کیے ہیں، کفر کے بعد ہی ان کی وجہ سے رشتہ قائم رہے اور حق حقوق ملتے رہیں۔ آخرت میں ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے زمانہ میں کفر سے پہلے جو عمل کیے ہیں ان کا کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا۔

© rasailojaraid.com

جنگ میں بھی شراب اور جوئے کی ممانعت

شراب کے بارے میں یہ خیال ہے کہ اس سے تیزی و چستی پیدا ہوتی ہے اور جنگ میں مدد ملتی ہے۔ اسی طرح جوا کو مال حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ جنگ (جہاد) کے حکم کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا شراب کو استعمال کرنے کی اجازت ہوگی؟ اور مال حاصل کرنے کے لیے کیا جوا کھیلنا جائز ہوگا جبکہ جنگ میں مال کی ضرورت ہے؟ جواب دیا گیا: مانا کہ دونوں میں کچھ فائدہ ہے لیکن ان میں جو نقصان ہے وہ فائدہ سے بہت زیادہ ہے۔ جانچنے کے لیے اصل کسوٹی نقصان ہے، فائدہ تو کچھ نہ کچھ سبھی چیزوں میں ہوتا ہے۔ اگر صرف اس فائدہ کو دیکھا جائے اور اس پر فیصلہ کیا جائے تو جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ پھر سارے کام اور ساری چیزیں جائز و حلال ہو جائیں اور حرام اور ناجائز ہونے کا کوئی سوال ہی نہ رہ جائے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

"لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (کچھ) فائدہ بھی ہے۔ اور (لیکن) ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ بڑا ہے[1]"

---

[1] آیت میں فائدہ و نقصان دونوں کا ذکر ہے۔ فائدہ کے لیے لفظ "نفع" استعمال کیا گیا ہے جس سے جسمانی و مالی فائدہ مراد ہے۔ اور نقصان کے لیے لفظ "اثم" استعمال ہوا ہے جس کے معنی گناہ کے ہیں اور جس سے اخلاقی نقصان مراد ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے لیے فیصلہ کن اخلاقی نقصان و فائدہ ہے۔ اگر اس جگہ جسمانی و مالی نقصان مراد ہوتا تو لفظ "اثم" کے بجائے نفع کے مقابلہ میں لفظ "ضرر" استعمال کیا جاتا جو جسمانی و مالی نقصان کے لیے آتا ہے۔ جسمانی و مالی فائدہ و نقصان تو دیر سویر انسان کی سمجھ میں آتا رہتا ہے، لیکن اخلاقی نقصان و فائدہ اس کی سمجھ میں آنا مشکل ہوتا ہے۔ انسان نے اس کے سمجھنے کے لیے علمی و تحقیقی خاص کوشش ہی نہیں کی ہے جیسا کہ اس نے جسمانی و مالی فائدہ و نقصان سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس بنا پر اخلاقی نقصان (گناہ) و فائدہ (نیکی) کے لیے اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ہی بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔

id.com

جنگ میں گھریلو ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کا حکم

جنگ (جہاد) کی حالت عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے۔ اس کے ذریعہ عقیدہ و مذہب کی حفاظت کی جاتی ہے اور اپنی ملّت کو بچایا جاتا ہے۔ اس میں کسی پہلو سے بھی معمولی غفلت و کوتاہی ہوئی تو نہ عقیدہ و مذہب باقی رہے گا اور نہ ملّی وجود قائم رہے گا۔ جنگ (جہاد) کا حکم آنے کے بعد سوال پیدا ہوا کہ اس میں کتنا خرچ کیا جائے۔ جواب دیا گیا کہ جو گھریلو اخراجات سے زائد ہو سب خرچ کر دیا جائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

"لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کیا جائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہو سب خرچ کیا جائے[1] اسی طرح اللہ تمہارے لیے کھول کر احکام بیان کرتا ہے تاکہ دنیا و آخرت کے بارے میں غور کرو[2]۔"

---

[1] زندگی میں اور بہت سے مواقع آتے ہیں جن میں زیادہ مال خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قحط کا زمانہ ہو، زلزلہ سے تباہی و بربادی ہو، ملّی وجود برقرار رکھنے کے لیے سوسائٹی کے افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا ہو وغیرہ۔ بدقسمتی سے اسلامی زندگی کو ویسے ہی سمجھ لیا گیا ہے جیسی غیر اسلامی زندگی ہوتی ہے۔ اسی طرح مال و دولت کی تقسیم اسی پیمانے سے کی جاتی ہے جس سے غیر اسلامی لوگ کرتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ "ملکیت" کی بحث نے اسلام کے معاشی نظام کو سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ نظام بنا دیا ہے اور آج مذہب کے نام پر جو نظام پیش کیا جا رہا ہے یہ وہی نظام ہے جس کو اسلام ختم کرنے کے لیے آیا تھا۔ جن ذریعوں اور طریقوں سے پیداوار اور کمائی ہوتی ہے وہ افراد کے سپرد ہوں، یا کچھ افراد اور کچھ سوسائٹی کے سپرد ہوں، اسلام کو ان سب سے بحث نہیں ہے۔ بحث اس کو اس سے ہے کہ اللہ کے بندوں کو روزی حلال میسّر ہو اور سب کے لیے روزی کمانے کے مواقع ہوں۔ اس راہ سے کوئی کسی کو پامال نہ کر سکے، بلکہ ہر ایک کو اس کی محنت، کوشش، صلاحیت اور کام کی قسم کا لحاظ کر کے روزی دی جائے۔ ملے سب کو، محروم کوئی بھی نہ رہے۔ ضرورتیں سب کی پوری ہوں، لیکن کسی

© rasailojaraid.com

کی کمائی پر دوسرے کو عیش کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔

اس قسم کے نظام کے لیے لوگ اپنی خوشی سے قربانی دیں اور زیادہ سے زیادہ خرچ کریں۔ اور اگر خوشی سے نہیں دیتے ہیں تو حکومت قانون کے ذریعہ لوگوں سے لے کر ایسا نظام قائم کرے۔

اسلام میں انسان آزاد و خود مختار نہیں ہے بلکہ کمانے اور خرچ کرنے میں بھی اللہ کے احکام کے تابع ہے۔ وہ مالک و مختار نہیں ہے، بلکہ اس کی زندگی اور اس کی ساری چیزوں کا اصل مالک اللہ ہی ہے۔ یہ جو کچھ مال اس کے پاس ہے اس کا وہ امین (امانتدار) ہے، جس میں مالک کی مرضی اور اس کے حکم کی پابندی کرنی ہے۔

لہ آیت میں " فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ " خاص طور سے قابلِ غور ہے کہ ایک مسلمان کے سامنے صرف دنیا کی مصلحتیں اور فائدے نہ ہوں بلکہ دنیا و آخرت دونوں کی ہوں دنیا کے ساتھ آخرت اس طرح ملی ہوئی ہے کہ جس طرح دنیا کا کوئی فیصلہ آخرت کو نظر انداز کر کے نہیں ہو سکتا ہے، اسی طرح آخرت کے کسی فیصلہ میں دنیا نظر انداز نہیں کی جا سکتی ہے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ رکھنے کی ضرورت ہے۔ نہ دنیا کی طرف ایسا جھکاؤ ہو کہ اس سے آخرت پامال ہو اور نہ آخرت کی طرف ایسا جھکاؤ ہو کہ جس سے دنیا نظر انداز ہو جائے۔

اسلامی زندگی کا یہی وہ کمال ہے جو کہیں اور نہیں پایا جاتا ہے۔ یہی وہ کمال ہے جو انسان کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے، اس کو صاف ستھری زندگی عطا کرتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیاب بناتا ہے۔

بقیہ: حکمت اقبال

نہیں ہوتی اور اس کی محبت کو کبھی زوال نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس قوم پر بھی نصب العینوں کی باہمی رقابت اور جنگ وجدال کی وجہ سے ضعف اور قوت کے ادوار کا آنا جانا ضروری ہوتا ہے لیکن اس بات کے باوجود یہ قوم اور اس کا نصب العین تا قیامت موجود رہتے ہیں۔ اب میں عرض کروں گا کہ یہ کس طرح وجود میں آتی ہے اور تاریخ کے قدرتی عمل میں اس کا رول کیا ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

d.com